'RESEARCH JOURNEY' International E- Research Journal
Issue - 291D : Recent Trends in Humanities, Commerce & Management and Science & Technology. Peer Reviewed Journal
E-ISSN : 2348-7143
April : 2022

ہندوستان میں ۱۹ویں صدی میں ترجمے کی روایت

ریسرچ گائیڈ
ڈاکٹر آفاق انجم شیخ
ریسرچ سینٹر۔ جے۔ڈی۔ایم۔وی۔پی۔ایس
آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج، جلگاؤں۔
کے۔بی۔سی۔این۔ایم۔یو۔جلگاؤں۔

ریسرچ اسکالر
اقبال احمد شفیع الدین شیخ
ریسرچ سینٹر۔ جے۔ڈی۔ایم۔وی۔پی۔ایس
آرٹس، کامرس اینڈ سائنس کالج، جلگاؤں۔
کے۔بی۔سی۔این۔ایم۔یو۔جلگاؤں۔

ہندوستان میں تاریخ اُردو ادب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اُردو ادب کا صحیح معنوں میں ارتقاء اور فروغ ۱۹ویں صدی میں ہوا۔ انگریز حکومت کے ذریعے بھی اُردو کی سرپرستی کی گئی اور ۱۸۳۲ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا۔

ترجمہ نگاری بھی زبان و ادب کا ایک اہم شعبہ ہے۔ ترجمے کا یہ عمل دنیا کی ہر زبان میں مروّج ہے۔ اُردو ادب میں ترجمے کا عمل ابتداء سے ہی موجود ہے۔ اُردو ادب میں شعری اور نثری ادب میں آغاز سے ہی ترجمے کے آثار ملتے ہیں۔ اُردو زبان و ادب کے ہر ارتقائی دور میں تراجمی ادب شعری و نثری اقسام و اصناف میں مروّج رہا ہے۔

ہندوستان میں ۱۹ویں صدی میں ترجمے کی روایت کا جائزہ لیا جائے تو ہمارے سامنے جنوبی ہند میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ، حیدر آباد میں شمس الامراء کبیر ثانی، شمالی ہند میں دہلی کالج اسی طرح دہلی ورنا کیولر ٹرانسلیشن سوسائٹی، سر سیّد احمد خان کی سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ اور کشمیر میں مہاراجہ رنبیر سنگھ نے دارالترجمہ قائم کیا ان اداروں کے ذریعے ہندوستان میں ۱۹ویں صدی میں ترجمے کی روایت نے ترقی پائی۔ ہندوستان ۱۹ویں صدی کے تناظر میں سیّد ضمیر حسن یوں رقمطراز ہیں.....

''۱۹ویں صدی ہندوستان کی ثقافتی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ اس دور کے مطالعہ سے اُس ذہنی انقلاب کا پتہ چلتا ہے۔ جو دبے پاؤں ہماری اجتماعی زندگی میں آ رہا تھا۔ پلاسی کی لڑائی کے بعد انگریزوں نے وسطی ہندوستان اور صوبہ جاتِ اودھ کی سیاسی ناکہ بندی کا کام بڑی تیزی سے شروع کر دیا تھا۔ اودھ کا الحاق اور ضابطۂ انضمام اسی منصوبے کی دو اہم کڑیاں ہیں۔ اُس وقت سلطنتِ مغلیہ کی شمع جھلملا رہی تھی اور انگریز تسلط کی بنیادیں دن بدن مضبوط ہو رہی تھی۔'' [1]

برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے جنوبی ہند اور بنگال پر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور بنگال، بہار، اڑلیہ کی دیوانی وصولی کرنے کے اختیارات حاصل کر کے قاعدہ حکمرانی کرنی شروع کی تو اس وسیع علاقہ کے انتظامات کے لیے وہ برطانیہ سے کارندے لانے لگے اِن نو واردوں کو ہندوستانی زبان سے واقف کرانا ضروری تھا اسلئے کمپنی نے اس امر کی جانب توجہ دی کہ کمپنی کے ملازمین کو ہندوستانی زبانیں سکھانے کا انتظام کیا جائے۔

اسی مقصد سے فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس اور سینٹ یمی ہنری کلکتہ اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ وجود میں آیا۔ اس کا مقصد تو کمپنی کے نو وارد یورپی ملازموں کو ہندوستانی زبانیں سکھانا تھا۔ مگر غیر شعوری طور پہ یہ اُردو زبان، ادب و نثر و ترجمے کی ترقی میں مدد و معاون ثابت ہو کر ہماری ادبی تاریخ کا اہم موڑ ثابت ہوا۔

فورٹ ولیم کالج کا قیام اُردو ادب کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ ہے اُردو نثر میں خصوصاً یہ کالج سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ انگریزوں کی سیاسی مصلحتوں کے تحت یہ عمل میں آیا تھا تاہم اس کالج نے اُردو زبان کے نثری ادب کی ترقی کے لیے نئی راہیں کھول دی تھیں۔ سرزمینِ ہند و پاک میں

فورٹ ولیم کالج مغربی طرز کا پہلا تعلیمی ادارہ تھا جو لارڈ ولزلی کے حکم پر سنہ ۱۸۰۰ میں قائم کیا گیا تھا۔ نوری اکیڈمی ویب سائٹ پر عطا اللہ نوری لکھتے ہیں.....

"فورٹ ولیم کالج صرف ایک تعلیمی ادارہ نہ تھا بلکہ یہ کالج اُس زمانے میں تصنیف وتالیف کا بھی بڑا مرکز تھا۔ کالج کے اساتذہ اور منشی صاحبان طلباء کو پڑھانے کے علاوہ کتابیں بھی لکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کالج میں لغت، تاریخ، اخلاق، مذہبی اور قصوں کہانیوں کی کتابیں بڑی تعداد میں لکھی گئیں۔ مصنفین کی حوصلہ افزائی کے لیے منظور شدہ کتابوں پر انعام دیا جاتا تھا۔ کالج کے قیام کے ابتدائی چار سالوں میں ۲۳ کتابیں لکھی گئیں۔" [۲]

فورٹ ولیم کالج کا قیام ۱۰ر جولائی سنہ ۱۸۰۰ء کلکتہ میں لارڈ ولزلی نے کیا۔ مقصد انگریزوں کو ہندوستانی زبان اور تہذیب و معاشرت سے روشناس کرانا تھا۔ پہلے پرنسپل (پروسٹ) پادری ریورنڈ ڈیوڈ براؤن تھے۔ صدر شعبہ ہندوستانی ڈاکٹر جان گلکرسٹ، کپتان ٹامس، کپتان جوزف ٹیلر تھے۔ کالج میں عربی، فارسی، ہندی (اُردو) اور بنگلہ زبانیں پڑھائی جاتی تھیں۔ کالج ۵۴ سال تک جاری رہا اور سنہ ۱۸۵۴ء میں گورنر جنرل کے حکم سے بند کر دیا گیا۔

کالج کی ۵۴ سالہ زندگی میں ۱۹ قلم کاروں اور مترجمین نے تقریباً ۶۰ کتابیں لکھیں۔ حیدر بخش حیدری، میر بہادر علی حسینی، میر شیر علی افسوس، مرزا کاظم علی جواں، خلیل علی خان اشک، میر امّن مولوی امانت اللہ، لال جی کوی، سیّد منصور علی، سدل مشر، میر معین الدین فیض، سیّد حمید الدین بہاری، غلام حید رعزت، مرزا جان طپش، بنی نرائن جہاں، مرزا علی لطف، تو تارام، محمد بخش۔

اُردو ترجمہ نگاری میں حیدر آباد کے نواب شمس الامراء کبیر ثانی کا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اُسے ہم اُردو ترجمہ نگاری کی دوسری اہم منظم کوشش کہہ سکتے ہیں۔ انھوں نے مختلف جدید سائنسی علوم کتب کو اُردو میں منتقل کرنے کے لیے ہر نئی کتاب فرانس اور انگلستان سے منگوانی شروع کی اور اُردو زبان وادب کے ماہرین کے ساتھ انگریزی اور فرانسیسی جاننے والوں کو بھی ملازم رکھا۔ اس طرح گویا ایک دار الترجمہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ نواب صاحب بڑے علم دوست تھے انھوں نے زبان وادب کی خدمت کے لیے سنہ ۱۸۲۵ء میں لیتھو پریس قائم کیا۔ انھوں نے کئی کتابیں ترجمہ کروا کر اپنے مطبع سے شائع کروائیں۔ نصیر الدین ہاشمی اپنی کتاب "دکن میں اُردو" میں لکھتے ہیں.....

"شمس الامراء نے اُردو تراجم کے لئے سائنسی اصطلاحات کو اُردو میں منتقل کرنے کے لیے اصطلاح سازی کا کام بھی انجام دیا جس کا فائدہ تقریباً ایک صدی بعد دار الترجمہ جامع عثمانیہ کو ہوا اور اُن کے بتائے ہوئے اصولوں پر مزید اصطلاح سازی کا کام آسان ہو گیا۔ انھوں نے اپنے مطبع سے شائع شدہ کتابوں پر مدرسہ فخریہ قائم کر کے اس کے نصاب کی بنیاد رکھی اور اس میں تمام جدید علوم وفنون اور سائنسی موضوعات پر مشتمل نصاب مروّج کیا بعد میں یہاں کے طلباء مختلف علوم وفنون سے وابستہ ہوئے۔" [۳]

فورٹ ولیم کالج کے تراجم دہلی کالج کے تراجم سے بالکل مختلف تھے فورٹ ولیم کالج میں انگریزوں کو اُردو پڑھانے کے لئے ترجمے کرائے گئے تھے جبکہ دہلی کالج میں ہندوستانیوں کو مغربی تعلیم دینے کے لئے بڑے پیمانے پر ترجمے کیے گئے۔ اس لحاظ سے دہلی کالج کو فورٹ ولیم کالج پر فوقیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم اپنی کتاب فن ترجمہ نگاری میں لکھتے ہیں.....

"سنہ ۱۷۹۲ء میں دہلی کے مدرسہ غازالدین میں مشرقی علوم کا ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ یہ مدرسہ نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ ثانی خلف نواب نظام الملک آصف جاہ نے تعمیر کیا تھا۔ اس مدرسے میں تقریباً ۳۰ر سال تک عربی، فارسی اور مشرقی علوم کی تعلیم دی جاتی رہی جب انگریزوں نے ہندوستانیوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی تو سنہ ۱۸۲۵ء میں اس مدرسے کو ایک باقاعدہ کالج کی صورت دے دی گئی۔ ایک انگریز جے ایچ ٹیلر اس کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ایک ہیڈ مولوی اور دو مولویوں کا تقرر کیا گیا۔ سنہ ۱۸۲۹ء کی رپورٹ کے مطابق نواب اعتماد الدولہ سیّد فضل علی خاں بہادر وزیر بادشاہ اودھ نے ایک لاکھ ۷۰ ہزار روپے کی خطیر رقم دے کر اس کالج کا ایک ٹرسٹ قائم کیا۔" [۴]

دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کا قیام سنہ ۱۸۴۲ء میں ہوا سوسائٹی کا مقصد نصاب کی کتابوں کا ترجمہ دیسی زبانوں میں کرنا تھا۔ ایک فرانسیسی فیلکس

بوتھ دیسی زبان میں تعلیم کے حامی تھے اُردو میں نصابی کتابوں کی کمی کو محسوس کیا۔اسلئے اس سوسائٹی کو قائم کیا گیا۔مولوی عبدالحق کے مطابق دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی نے ۱۲۸ کتابیں ترجمے اور تصنیف وتالیف کے ذریعے تیار کیے۔دہلی ورنیکلرٹرانسلیشن سوسائٹی کے فروغ دینے میں سعی بلیغ انجام دینے والے مسٹر بوتھ، ڈاکٹر اسپرنگر، منشی کریم الدین، مولوی ذکا اللہ، پنڈت رام چندر، پنڈت رام کرشن، ماسٹر بھیروپرشاد، پیارے لال ہر دیو سنگھ اور ڈاکٹر ضیاالدین کے نام قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب ''مرحوم دہلی کالج'' میں دہلی ورنیکلر سوسائٹی کی ۱۲۸ کتابوں کی فہرست دی ہے۔اس فہرست میں ترجمے بھی ہیں اور طبع زاد کتابیں بھی اور بقول مولوی عبدالحق.....

''اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اُردو کو علمی زبان بنانے کی یہ پہلی سعی تھی جو خاص اصول اور قاعدے کے ساتھ عمل میں آئی'' ۵

سر سیّد احمد خان کے مصلحانہ کارناموں کا حرفِ آغاز سائنٹیفک سوسائٹی ہے۔۱۹ویں صدی کے نصف آخر پر اس علمی اور سیکولر انجمن کی پرچھائیں اتنی لمبی ہے کہ غالباً کسی اور انجمن کی نہیں اسی سوسائٹی نے مغرب سے لائی ہوئی برکتوں سے ہم آہنگ کرنے اور خاص طور پر شمالی ہند میں ایک تہذیبی نشاۃ ثانیہ کو بروئے کار لانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر اصغر عباس اپنے مقالے مشمولہ ''ترجمہ کا فن اور روایت'' میں رقمطراز ہیں.....

''اس لحاظ سے شمالی ہند میں سائنٹیفک سوسائٹی پہلی انجمن تھی جو اپنے معنی اور مقصد کے لحاظ سے سیکولر اور ہمہ گیر پروگرام رکھتی تھی یہی وہ انجمن تھی جہاں ہندو، مسلمان اور انگریز ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر دوبدو ہوئے اور اس کے ذریعہ باہمی افہام وتفہیم کی فضا سازگار ہوئی۔اس ادارہ کا بڑا کارنامہ اردو میں انگریزی کی علمی کتابوں کے تراجم کو رواج دینا اور ایک نیا علمی اور عقلی اندازِ نظر پیدا کرنا تھا'' ۶

سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد ۱۸۶۴ء میں غازی پور میں پڑی بعد میں علی گڑھ میں منتقل ہوگئی اس سوسائٹی کے قیام کا مقصد (۱) اُن علوم وفنون کی کتابوں کا جن کو انگریزی زبان میں یورپ کی کسی زبان میں ہونے کے سبب ہندوستانی نہیں سمجھ سکتے ایسی زبانوں میں ترجمہ کرنا جو ہندوستانیوں کے عام استعمال میں ہوں۔(۲) ایشیاء کے قدیم مصنفوں کی کامیاب اور نفیس کتابوں کو تلاش کر کے بہم پہنچانا اور چھاپنا۔مولوی عبدالحق نے لکھا ہے کہ سائنٹفک سوسائٹی نے تقریباً ۴۰ کتابیں انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرائیں۔سائنٹفک سوسائٹی کی مطبوعات پر سلسلہ نمبر بھی درج ہوتا تھا اور انھیں سوسائٹی کے سر پرست ڈیوک آف آرگل کے نام منسوب کیا جاتا تھا۔

سوسائٹی نے جن کتابوں کا ترجمہ کرایا اُن کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ حواشی کی مدد سے متن کے ایسے اشارات اور اصطلاحات کی وضاحت کی جاتی تھی جن سے عام طور پر ہندوستانی ناواقف ہوتے تھے۔یہ ترجمے عام فہم ہیں اور اس لیے انھیں مقبولیت حاصل ہوئی ان ترجموں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مغربی افکار وخیالات اُردو کے سانچے میں ڈھل رہے تھے۔دوسری طرف تخلیقات یا طبع زاد تحریریں بھی ان ترجموں کا اثر قبول کر رہی تھیں اور ان کا ایک مزاج متعین ہو رہا تھا۔

۱۹ویں صدی میں شمالی ہندوستان میں یورپ کے علمی ورثہ کو جذب کرنے کا عمل باقاعدہ طور پر دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے ذریعہ شروع ہوا۔اس کے بعد معاونین میں شاہِ اودھ اور شمس الامراء امیر کبیر بھی شامل تھے۔خود ان لوگوں نے بھی اپنے اپنے حلقوں میں یورپ کے تہذیبی ورثہ کو اُردو میں منتقل کرانے کا سلسلہ شروع کیا۔لیکن سائنٹفک سوسائٹی کی کوششیں مذکورہ کوششوں سے اسلئے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں کہ اس نے تمام ذرائع اور وسائل کو منظم طور پر یکجا اور مربوط کر کے ترجمہ کا کام شروع کیا۔یہ کام وقت کے تقاضوں کے عین مطابق تھا لہٰذا اس نے اہمیت کا احساس پیدا کر دیا۔اس لیے سائنٹفک سوسائٹی کے کارنامے کمیت کے اعتبار سے کم سہی کیفیت کے لحاظ سے عظمت کے حامل ہیں۔

۱۹ویں صدی میں اُردو تراجمی ادب کے سلسلے میں کشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ (حکمراں ریاست جموں وکشمیر) کے قائم کردہ دارالترجمہ کی بھی اہمیت

'RESEARCH JOURNEY' International E- Research Journal
Issue - 291D : Recent Trends in Humanities, Commerce & Management and Science & Technology. Peer Reviewed Journal
E-ISSN : 2348-7143
April : 2022

ہے۔اس دارالترجمہ کا تذکرہ عام کتابوں میں نہیں ملتا۔ پروفیسر عبدالقادر سروری جب سلسلہ ملازمت کشمیر میں تھے تو انھوں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ایک مضمون سپردِ قلم کیا تھا۔ جو "ترجمہ کا فن اور روایت" مرتبہ ڈاکٹر قمر رئیس میں شامل ہے۔اس دارالترجمہ کے بارے میں یہی معلومات کا واحد ذریعہ ہے۔پروفیسر عبدالقادر سروری لکھتے ہیں.....

"مہاراجہ رنبیر سنگھ ڈوگرا خاندان کے دوسرے حکمراں تھے انھوں نے ۱۸۵۶ء سے ۱۸۸۷ء ریاست جموں کشمیر پر ۳۱ رسال حکومت کی انھوں نے ریاست کو ترقی دینے کی کافی کوشش کی اور نئی تعلیم کو مروج کرنے کی کوشش کی۔مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں ایک مہتم بالشان کام انجام پایا وہ ان سب پر فوقیت رکھتا ہے اور ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے یہ دارالترجمہ کا قیام تھا۔جس کے ذریعہ انھوں نے مغربی علوم کو اردو اور ریاست کی دوسری زبانوں ڈوگری، ہندی اور پنجابی میں منتقل کرانے کے علاوہ ان علوم اور فارسی و عربی کی اہم علمی تصانیف کو سنسکرت میں ترجمہ کرنے کی سعی بلیغ کی تھی۔اس طرح مہاراجہ کے قائم دارالترجمہ کا کام ایک سے زیادہ زبانوں سے تعلق رکھتا تھا اور بعض کتابیں بیک وقت دو یا تین زبانوں میں ترجمہ کی گئیں۔مہاراجہ کی وفات کے بعد مہاراج سری پرتاپ کی عدم دلچسپی کے سبب یہ ادارہ بند ہو گیا۔اس کا سارا ذخیرہ ریسرچ لائبریری سری نگر میں منتقل کر دیا گیا۔اس منتقلی میں بے احتیاطی کے سبب کئی مخطوطات ضائع ہو گئے جو بچ گئے وہ لائبریری میں رنبیر کلکشن کے زیر عنوان محفوظ ہیں۔رنبیر کلکشن میں مخطوطات کی بڑی تعداد علم طب سے متعلق ہے،اور یہ زیادہ تر انگریزی ترجمے ہیں، کچھ عربی اور فارسی کے ترجمے بھی اُردو اور مقامی زبانوں میں کیے گیے ہیں۔طب میں میٹریا میڈیکا علم تشریح، امراض اطفال، علم قابلہ پر کئی ترجمے ہوئے تھے طب کے علاوہ مخطوطات انجینئری اور فن حرب سے متعلق ہیں ایک رسالہ منطق پر کارآمد فنون کاغذ سازی اور طباعی پر بھی ایک رسالہ ملتا ہے۔اس کے علاوہ تاریخ اور مشاہیر مذہب کے بارے میں بھی مخطوطات ہیں"۔ ۷

ترجمہ نگاری کی اجتماعی اور منظم کوششیں بھی ہوئیں اور نجی اور انفرادی طور پر بھی ترجمے کروا کر شائع کیے گئے بے شمار لوگوں نے دنیا بھر کی زبانوں کے ادبیات کی مختلف اصناف اور شاہکاروں کو اُردو میں منتقل کرنے کی سعی کی جس سے اُردو کا دامن ہر قسم کے تراجمی ادب سے مالا مال ہو گیا۔

حوالہ جات:۱ ڈاکٹر قمر رئیس، "ترجمہ کا فن اور روایت"، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ۔ ۲۰۱۸ء (ص ۳۱۱)
۲ عطا اللہ نوری، "معروضی ادب پارے"۔ (ص ۱۶۷)
۳ ڈاکٹر عبیدہ بیگم، "فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات" نصرت پبلیشرز لکھنو، ۱۹۸۳ء۔ (ص ۶۲۳_۶۲۴)
۴ ڈاکٹر خلیق انجم، "فن ترجمہ نگاری" ثمر آفسیٹ پرنٹرز نئی دہلی۔ ۱۹۹۶ء (ص ۱۴)
۵ ڈاکٹر خلیق انجم، "فن ترجمہ نگاری" ثمر آفسیٹ پرنٹرز نئی دہلی، ۱۹۹۶ء (ص ۱۸)
۶ ڈاکٹر قمر رئیس، "ترجمہ کا فن اور روایت"، ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۱۸ء (ص ۲۲۹)
۷ نصیر الدین ہاشمی، "دکن میں اُردو" قومی کونسل دہلی ۱۹۸۵ء (ص ۵۹۳_ ۵۹۴)

Research Scholar,
Iqbal Ahmed Shafiuddin Shaikh
Research Centre
JDMVPS Arts, commerce & Sicence College, Jalgaon.
KBC NMU, Jalgaon.
E-mail. iqbalshafiuddinshaikh@gmail.com
Mob.: 9422607480

Research Gauide
Dr. Aafaq Anjum Shaikh
Research Centre
JDMVPS Arts, commerce & Sicence College, Jalgaon.
KBC NMU, Jalgaon.